ابوبکر الجصاص اور احکام القرآن

ڈاکٹر محمد اکرم

ہم نے مجلہ فکر ونظر کے شمارہ (ستمبر۔اکتوبر ۱۹۸۷ء) میں جناب مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کے مقالہ "ہدایہ اور صاحب ہدایہ" کے تعارف کے سلسلے میں لکھا تھا کہ "ہمارے اسلاف نے جس محنت لگن اور تحقیق، تفحص سے علم کی خدمت کی اور خاص طور پر علوم شرعیہ میں جس جرسی کی انتہا پر قدم رکھا وہ مسلمانوں کی تاریخ کا قابل فخر باب ہے۔ ان کی کتب کمیت و کیفیت دونوں اعتبار سے معرکۃ الآراء ہیں، ہماری بدقسمتی کہ آج ہم ان سے پوری طرح متعارف نہیں ہیں۔ہماری خواہش ہے کہ ہم "فکر ونظر" کے ہر شمارے کے چند صفحات کسی ایک علمی وتحقیقی کتاب کے تعارف کے لیے وقف کر دیں . . . . ہم یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔اس لیے اپنے علمی معاونین سے معاونت کے خواستگار ہیں۔اس گذارش کی طباعت ثانی سے مقصود یاد دھانی ہے۔ہم اہل علم وفضل کے تعاون سے ہی یہ کام سرانجام دے سکیں گے۔

الجصاص کے حالات زندگی

الجصاص چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ (وہ چوتھی ہجری جس میں سیاسی بے قاعدگیاں عروج پر تھیں اور جس میں اختلافات مابین سنی اور شیعہ بہت حد تک وسیع تھے۔) آپ کا مکمل نام احمد بن علی ابوبکر الرازی الحنفی الشہیر بالجصاص ہے۔آپ ۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو الرازی اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ فارس کے شہر "رے" میں پیدا ہوئے۔(۱) بعض علماء نے آپ کی جائے پیدائش بغداد بتائی ہے۔(۲) لیکن ہمیں اس نظریہ سے اتفاق نہیں ہے۔کیونکہ بے شمار ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ الجصاص بغداد میں ۳۲۴ھ میں تشریف لائے۔اس بیان کی تائید میں مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔عمر رضا کہتے ہیں۔ "الجصاص جو کہ حنفی اصولی تھے نوجوانی کے عالم میں بغداد تشریف لائے"۔(۳) اسی طرح خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ جصاص بغداد میں اس وقت تشریف لائے جب کہ وہ نوجوان تھے۔یہاں آ کر وہ ابوالحسن الکرخی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے(۴)

لفظ الجصاص کی تشریح کرتے ہوئے علامہ السمعانی رقمطراز ہیں کہ "جس کے معنی ہیں چونا کرنا اور جصاص وہ ہوتا ہے۔جو چونا کرے یا قلعی کا کام کرے"۔(۵) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض آئمہ نے جصاص اور رازی کو دو مختلف شخصیتیں سمجھا ہے۔اس پر ابن قطلوبغا نے خبردار کیا ہے کہ جو لوگ جصاص اور رازی کو دو مختلف شخصیات تصور کرتے ہیں

وہ غلطی پر ہیں۔ دراصل وہ ایک ہی شخصیت تھے۔(۶)

ابوبکر الجصاص ۳۰۵ھ میں "رے" کے مقام پر پیدا ہوئے۔ جب آپ بغداد پہنچے اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال تھی۔ یہاں پر آپ نے اپنے استاد ابوالحسن الکرخی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔(۷) اس کے بعد آپ آہوز چلے گئے۔ جہاں پر کچھ دن گذارنے کے بعد آپ پھر بغداد آگئے اور دوبارہ ابوالحسن الکرخی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔(۸) ابوبکر الجصاص قرآن حکیم اور حدیث پر مکمل عبور رکھتے تھے اور اپنے وقت کے مشہور فقیہ تھے۔ آپ کی کتاب احکام القرآن اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ قرآنی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے وہ آپ نے الحاکم النیشاپوری سے حاصل کیا۔(۹) اس سلسلہ میں آپ نے نیشاپور کا سفر بھی کیا۔

SDIES کے قول کے مطابق آپ الکرخی کی وفات کے بعد بغداد میں حنفیوں کے گروہ کے سرغنہ بن گئے۔(۱۰) الجصاص سخت متعصب انسان نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے محدثین اور فقہاء کے مابین ثالثی کے فرائض سرانجام دیئے۔(۱۱) آپ فقہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے جو کتب تحریر کیں وہ زیادہ تر فقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کا مختصر تعارف درج ہے۔ خلیب بغدادی کے قول کے مطابق الجصاص کو دو مرتبہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا السمیری کی روایت کے مطابق ابوبکر الابہری کا قول ہے کہ "بغداد کے خلیفہ مطیع اللہ کا سفیر ابوالحسن میرے پاس آیا اور مجھے قاضی بننے کی درخواست کی۔ میں نے انکار کر دیا اور الجصاص کا نام تجویز کیا۔" اس دوران میں الجصاص سے بذات خود ملا اور اس عہدہ کے قبول نہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ کچھ دن بعد ابوالحسن میرے پاس دوبارہ آئے اور الجصاص کے پاس چلنے کی درخواست کی۔ میں انہیں الجصاص کے پاس لے گیا۔ مگر الجصاص مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھے نصیحت کی تھی کہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول نہ کروں اور اب آپ بطور سفارش خود آ موجود ہیں ابوالحسن کو یہ بات ناگوار گذری اور ابوبکر الابہری کو کہنے لگے کہ "آپ ایسے آدمی کے بارے کیوں کہتے ہیں۔ جس کو آپ خود قاضی بننے سے منع کرتے ہیں" ابوبکر الابہری کہتے لگے "اس سلسلہ میں، میں نے امام مالک بن انس کا طریقہ اختیار کیا ہے جنہوں نے مدینہ کے لوگوں کو کہا تھا کہ نافع کو نماز کے لئے امام بنا لیں اور ساتھ ہی نافع کو منع کر دیا کہ آپ لوگوں کے امام نہ بنیں اور جب امام مالک سے اس طرز عمل کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا "نافع کا نیکی میں درجہ بہت بلند ہے اور انہوں نے اگر ایسا کیا تو لوگ حسد کی وجہ سے ان کے دشمن ہو جائیں گے۔" اسی طرح میں نے الجصاص کو پسند کیا۔ کیونکہ نیکی میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ نہیں اور انہیں اس لیے منع کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ اگر قاضی القضاۃ بننے کے بعد لوگ آپ سے حسد کریں گے اور اس طرح طعن و تشنیع کے ذریعہ ان کو بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔"(۱۲)

اس قصہ سے مندرجہ ذیل مطالب اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ یہ کہ الجصاص ذاتی طور پر سرکاری منصب قبول کرنے کے حق میں نہ تھے۔ دوسرا وہ وقت کے جید امام تھے اور ان کا رعب و دبدبہ اتنا زیادہ تھا کہ خلیفہ وقت کے سفیر بھی بلاواسطہ ملاقات سے کتراتے تھے اور انہیں کسی نہ کسی کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

تصانیف :-

ابوبکر الجصاص کی بیشتر تصانیف فقہ کے اردگرد گھومتی ہیں۔ مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے الجصاص کی کتابوں کی تعداد نو (۹) گنوائی ہے۔ جن کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) اصول الجصاص (اصول الفقہ)

اصول الفقہ پر یہ کتاب دو ناموں سے مشہور ہے (۱) اصول الجصاص (۲) الفصول فی الاصول۔ یہ کتاب احکام القرآن کا مقدمہ ہے احکام القرآن میں جب بھی کسی اصول کے متعلق گفتگو کرنے کا موقع آتا ہے۔ جصاص فوراً اپنی کتاب اصول الفقہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو وہاں دیکھا جائے جو اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اصول الفقہ، احکام القرآن سے قبل ترتیب دی گئی۔ اس کتاب کے تین نسخے (مخطوطے) ہیں۔ ایک مخطوطہ جامعۃ الازہر میں ہے۔ دوسرے دو مخطوطے دارالکتب مصر میں ہیں۔ ایک مخطوطہ دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ جن کے نمبر ۲۶ اور ۱۹۱ فقہ حنفی ہیں۔ دوسرے نسخے کا نمبر ۲۲۹ اصول ہے۔ اس نسخے کی ایک کاپی پشاور یونیورسٹی میں موجود ہے۔ مؤخر الذکر دونوں مخطوطوں کی مائیکروفلم ناچیز کے پاس بھی موجود ہیں۔

الجصاص کی کتاب "اصول الفقہ" کا حصہ اول کویت سے جمیل النشمی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے کے ابواب الاجتہاد اور قیاس پر ڈاکٹر قاضی سعید اللہ نے کام کیا ہے الجصاص پر پاکستان میں ہونے والا اپنی نوعیت کا یہ پہلا اور بہترین کام ہے۔ اس دوسرے حصے کے "ابواب النسخ" پر برطانیہ کی یونیورسٹی سینٹ اینڈریوز میں تحقیق ہوئی ہے۔ ان ابواب پر ایک مفصل مقدمہ تحریر کیا گیا ہے، جس میں امام شافعی اور امام الجصاص کے نظریات کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق ناچیز کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ الجصاص کی کتاب "اصول الفقہ" کا تعارف فروری مارچ ۱۹۸۷ء میں امریکہ کے مجلہ "U.A.O.S" میں شائع ہوا ہے۔ اور اس سے قبل "الجصاص کے نظریہ علت اور قیاس" پر ایک مضمون مارچ ۱۹۸۲ء میں اسی مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

الجصاص کی احکام القرآن کے علاوہ سب سے پہلا کام جصاص پر ستمبر ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ نبیل شہابی نے THE CUHURAL CONTEXT OF MEDIERAL IODICONIASAS THE IN FLNCE OF STOIC کے عنوان سے ایک آرٹیکل LEARNIND میں شائع کیا۔ یہ مضمون بہت ہی مفید ہے۔

۱۔ شرح الجامع الکبیر

امام محمد بن الحسن الشیبانی نے سیر کے موضوع پر ایک کتاب تحریر کی جس کا نام الجامع الکبیر رکھا۔ حاجی خلیفہ کے مطابق وہ مصنفین نے اس کتاب کی شروح لکھیں ان میں الجصاص کا نام سرفہرست ہے۔(۱۳) ابن الندیم کے قول کے مطابق الشیبانی کی الجامع الکبیر پر الجصاص کی شرح ایک عمدہ کتاب ہے (۱۴) بڑے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ یہ کتاب ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی لیکن مخطوطہ کی شکل میں دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس کی دو جلدیں ہیں دونوں جلدیں فقہ حنفی کے تحت ۴۵، اور ۴۶، نمبروں کے ساتھ محفوظ ہیں۔(۱۵)

۲۔ الجامع الصغیر

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو الکشف الظنون میں "الجامع الصغیر" کے تحت درج کیا ہے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود اس کا پتہ نہ مل سکا۔ تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب الجصاص کی تصنیف ہے۔(۱۶)

۳۔ شرح المختصر الکرخی

الکرخی کا شمار آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اپنے استاد سے محبت کی وجہ سے آپ نے ان کی کتاب کی شرح لکھی۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس کتاب کا نسخہ آج کل موجود نہیں ہے۔

۵۔ شرح المختصر الطحاوی

تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ الجصاص نے "المختصر الطحاوی" کی شرح لکھی۔ الحمدللہ یہ کتاب آج بھی مصر کے دارالکتب میں موجود ہے۔ سید فواد جنہوں نے دارالکتب میں موجود مخطوطات کی فہرست مرتب کی ہے۔ اس کتاب کے تحت رقمطراز ہیں کہ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے پہلی جلد پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ مگر قرین قیاس ہے کہ یہ پانچویں صدی ہجری کی تحریر ہے۔ البتہ دوسری جلد کے بارے وہ صریحاً لکھتے ہیں کہ یہ ۸۰۴ھ کی تالیف ہے اور اس کو علامہ الانقانی نے مکمل کیا (۱۷)

۶۔ شرح الاسماء الحسنیٰ

یہ کتاب ہماری تحقیق کے مطابق کہیں بھی موجود نہیں۔

۷۔ شرح ادب القاضی للخصاف

احکام القرآن اور اصول الفقہ کے بعد الجصاص کی یہ سب سے بہترین تصنیف ہے۔ اس کتاب کو ۹۶۲ھ میں نقل کیا گیا اور اس کا مخطوطہ استنبول کی لائبریری میں جاراللہ ۱۶۸۹ نمبر کے تحت ۲۰۱ صفحات پر مشتمل موجود ہے تاہم یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ کتاب چھپ کر ہمارے پاس آچکی ہے یہ کتاب یقیناً الجصاص کی علمیت کی آئینہ دار ہے۔

۸۔ فتاوی جصاص

یہ کتاب جصاص کے فتاوی پر مشتمل ہے مگر ہمارے علم کے مطابق یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔ تاہم اگر کہیں سے یہ کتاب ہاتھ لگ جائے تو بے شمار مسائل کے حل میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

احکام القرآن

الجصاص کی تمام کتابوں سے قبل یہ کتاب مصر سے ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ عبدالرحمٰن نامی شخص اس کتاب کو سب سے قبل متعارف کرانے آئے۔ پاکستان میں سہیل اکیڈمی لاہور والوں نے بھی اس کتاب کو شائع کیا تاہم ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس کتاب کو دوبارہ سے شائع کیا جائے اور اس میں موجود غلطیوں کو دور کیا جائے۔

اساتذہ:-

الجصاص فقہ حنفی کے "امام" ابوحنیفہ سے بے حد متاثر تھے آپ نے امام ابوحنیفہ کا ہر مسئلہ پہ دفاع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اصحاب کے نزدیک آپ مقلد تھے اور مجتہد نہ تھے۔ الجصاص کے اساتذہ میں ہمارے سامنے دو نام آتے ہیں۔ ایک ابوسہل زجاج اور دوسرے ابوالحسن الکرخی۔ اول الذکر سے آپ نے بہت کم مسائل درج کئے ہیں۔ جب کہ ابوالحسن الکرخی کے نظریات کی الجصاص پر گہری چھاپ ہے۔ الجصاص نے جگہ جگہ اپنے استاد کے قول درج کئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ابوالحسن کی آراء کو اکٹھا کرلے تو یقیناً یہ ایک تحقیقی کام بن سکتا ہے۔

ابن الندیم کے مطابق الکرخی ایسے عظیم فقیہہ تھے کہ آپ سے اس وقت کے تمام علماء مشورہ لیا کرتے تھے اور وقت کے بے شمار علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ نڈر قسم کے انسان تھے اور ۸۱ سال کی عمر میں مفلوج ہو کر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔(۱۸)

آپ کے حدیث کے اساتذہ میں ابوالعباس الاصم (م ۳۴۶ھ)، ابوعمر غلام ثعلب (م ۳۴۵ھ) الطبرانی (م ۳۶۰ھ) الاصفہانی (م ۳۴۶ھ) عبدالباقی بن قانع (م ۳۵۲ھ) قابل ذکر ہیں۔ الجصاص نے عبدالباقی بن قانع پر سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔ احکام القرآن کے مقدمہ میں خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ "وروی الحدیث عن عبدالباقی بن قانع واکثر عنہ فی احکام القرآن" ——— (مقدمہ الجزء الاول)۔ ڈاکٹر سید اللہ قاضی اپنی کتاب "الفصول فی الاصول" (ابواب الاجتہاد و القیاس) کے صفحہ نمبر ۲۸ پر رقمطراز ہیں کہ مشہور محدث دار قطنی نے بھی عبدالباقی سے احادیث روایت کی ہیں اور ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ عبدالباقی بن قانع سے اکثر غلطیاں سرزد ہوتی تھیں۔

احکام القرآن کی خصوصیات

احکام القرآن فقہ و تفسیر اسلامی کی کتب میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ فقہ حنفی میں یہ کتاب ایک "اصل" کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جصاص کی یہ کتاب آج تک علماء میں مقبول و متداول ہے۔ جو بات محمد میاں صدیقی صاحب نے "کتاب الہدایہ" کے بارے میں لکھی ہے۔ وہ ابوبکر الجصاص کی احکام القرآن پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ انہی الفاظ کو ہم یہاں دوبارہ لکھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ "علوم و فنون کی تاریخ میں یہ بات کم دیکھنے میں آئی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی کتاب کی اہمیت و افادیت میں اضافہ ہوتا رہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اچھی سے اچھی کتاب کی بھی ایک مدت ہوتی ہے ایک خاص وقت

اور مدت گذر نے کے بعد کتاب کی اہمیت و افادیت کم ہو جاتی ہے۔ لیکن ہدایہ کی صورت حال بالکل مخالف ہے یہ کتاب چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی اور اب آٹھ صدیوں کی طویل مدت گزرنے کے بعد نہ اس کی اہمیت میں کوئی کمی آئی نہ لوگ اس کی ضرورت سے بے نیاز ہوئے۔ بلکہ گذشتہ نصف صدی میں اس کی ضرورت میں اضافہ ہوا ہے۔ "احکام القرآن" چوتھی صدی ہجری میں تحریر کی گئی اور اب ایک ہزار سال کی مدت گذر گئی ہے۔ مگر اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا ثبوت ہم اوپر درج کر چکے ہیں کہ جصاص پر جتنا کام اس آخری نصف صدی میں ہوا اتنا کبھی نہیں ہوا۔

احکام القرآن کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی طرز اور اسلوب کی حامل ہے۔ چنانچہ قاری کے لیے ایک تسلسل برقرار رہتا ہے جوں ہی وہ اس کتاب کے مطالعہ کو شروع کرتا ہے۔ اسے الجصاص کے طرز تخاطب سے دلچسپی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ احکام القرآن کا مطالعہ کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہے جس کی وجہ الجصاص کی خاص استعمال کردہ اصطلاحات ہیں۔ جو شخص ان سے واقف ہو جاتا ہے پھر اس کے لیے الجصاص کے دلائل کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً الجصاص اس کتاب میں "بدیا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ الجصاص ابھی یہ بات کہہ کر آگے بڑھتے ہیں۔ یعنی وہ دلیل جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری اصطلاحات کا تعارف کرا دیا جائے تاکہ قاری کو احکام القرآن کا مطالعہ کرتے وقت کوئی دقت پیش نہ آئے۔ جہاں یہ لفظ "قال" کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سے اکثر الجصاص اپنے استاد ابو الحسن الکرخی کے نظریات کو بیان کرتے ہیں اور جونہی وہ اپنی طرف سے کوئی بات کرتے ہیں۔ وہ "قال ابو بکر" کے الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار تقریباً ان کی تمام کتابوں میں رہا ہے۔ جہاں "قال اصحابنا" کے الفاظ ہوتے ہیں اس سے مراد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد ابن الحسن الشیبانی، امام الکرخی، امام الطحاوی اور دیگر مشائخ ہوتے ہیں۔ امام الجصاص کے ہاں دلالۃ النص، اقتضاء النص اور دیگر اصول فقہ کی اصطلاحات کا استعمال بھی عام ہے۔ اسی طرح "فحوی الخطاب" جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ذیل کی نص یا حکم چند دوسرے احکامات پر بھی مشتمل ہے۔ جب "عندنا" کا لفظ آئے تو اس سے مراد احناف لئے جاتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ کی وضاحت ضروری ہو تو "قد بینا" یا "الذی قدمنا" کے الفاظ نظر آتے ہیں۔

محمد میاں صدیقی نے اپنے مضمون "شیخ برہان الدین مرغینانی اور ان کی کتاب الہدایہ میں الکمال پاشا (م ۹۴۰ھ) کے ایک مختصر رسالہ "طبقات الفقہاء" سے مجتہدین کے سات طبقے گنوائے ہیں۔ ان میں تیسرا درجہ مجتہد فی المسائل کا ہے۔ اس درجہ میں ابو بکر الجصاص کا نام نامی موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ ان کا نام امام الکرخی اور امام ابو جعفر الطحاوی کے بعد تیسرے درجہ پر ہے۔ کیونکہ الجصاص نے چوتھی صدی ہجری میں حنفی فقہ کی وہ خدمت کی ہے

جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ آپ کی کتابوں کو سامنے رکھ کر آنے والے فقہاء نے استنباط کئے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ آپ کے علم کو آگے پھیلایا ہے۔ یہی نہیں موجودہ دور کے مفسرین مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن اور مولانا محمد شفیع کی معارف القرآن پر نظر ڈالی جائے تو الجصاص کے خیالات کی عملی تفسیر نظر آتی ہیں۔ لیکن الجصاص کی تصانیف اور پھر بعد میں آنے والے اصحاب کی اکثر آراء کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض حضرات جصاص کو "مجتہد فی المذہب" کے درجہ پر دیکھنا چاہتے ہیں (۱۹)

جصاص کی کتب میں جو اہمیت احکام القرآن کو حاصل ہوئی ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب الجصاص کی بقیہ کتب میں سب سے پہلے متعارف ہوئی اور بار بار شائع ہوئی۔ یہ فقہ کی تمام کتابوں کے لیے روشنی کا مینار رہے۔ احکام القرآن میں کسی مسئلہ کو پیش کرتے وقت عموماً ابوبکر الجصاص کا طریقہ یہ رہا ہے کہ آپ قرآنی آیت کو پیش کرکے اس پر صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے اقوال درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے اصحاب کے اقوال درج کرتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی، امام مالک، امام اوزاعی اور امام ثوری کا نقطہ نظر سامنے لاتے ہیں یہاں یہ بات بھی ذکر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کرتے۔ شاید آپ ان کو فقہاء کے درجہ میں نہیں لاتے۔ تاہم اصحاب الحدیث میں ان کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مختلف مسائل پر ان اصحاب کی آراء ملتی ہیں، جن کی مستقل کتابیں معدوم ہیں۔ مثلاً ابن شبرمہ، امام الثوری اور امام اوزاعی وغیرہ۔ جب الجصاص تمام اصحاب کا ذکر کر چکتے ہیں تو اپنا بیان "قال ابوبکر" سے شروع کرتے ہیں۔ جب اکثر فقہاء ایک رائے کی طرف جھکے ہوئے ہوں تو جصاص فوراً کہتے ہیں "قد حصل اتفاق السلف" اس طریقہ سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سلف اس آیت یا لفظ کے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔ لہذا ان کا قول درست تسلیم کرنا چاہیئے۔ الجصاص اپنے قول کی تائید میں اشعار بھی پیش کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ابن جریر الطبری کی طرح کلام عرب سے استشہاد پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں الجصاص منفرد نہیں ہیں۔ یہ طریقہ کار اکثر مفسرین کا رہا ہے۔ الجصاص کیونکہ "اصولی" تھے لہذا آپ کے ہاں حقیقت، مجاز، عام، خاص، مطلق مقید الناسخ والمنسوخ اور دیگر اصولوں پر بحثیں بکثرت ملتی ہیں۔

الجصاص کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو مکالمہ کے انداز میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قیل اور قال سے ان کا مکالمہ دیر تک جاری رہتا ہے۔ الجصاص اپنے قول کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے ہیں۔ آپ مخالفین کے اقوال کو احادیث کی روشنی میں جانچتے ہیں اور مخالفین کی احادیث کو جرح و تعدیل کے پیمانے پر پرکھتے ہیں۔ آپ امام شافعیؒ کے اقوال کی زبردست مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے ایک ایک قول کو لے کر واضح کرتے ہیں اور رد پیش کرکے اپنے قول کو ثابت کرتے ہیں۔ اس بات کا اقرار امام فخرالدین رازی نے اپنی کتاب

مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر میں بحث کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”الجصاص امام شافعی کے سخت مخالف تھے۔“ الجصاص امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے اقوال بھی درست تسلیم نہیں کرتے۔ جو کہ امام ابو حنیفہ کے حق میں نہ ہوں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض ناقدین نے آپ پر مقلد ہونے کا الزام لگایا ہے۔

ابو بکر الجصاص کی احکام القرآن، قرآن بالقرآن، قرآن بالحدیث کی عملی تفسیر ہے۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری نہیں کہ الجصاص جیسے آئمہ حضرات نے ہی ”اصول التفسیر“ کے قواعد و ضوابط مقرر کئے۔ جب جصاص کے تمام دلائل ختم ہو جاتے ہیں تو آخری سہارا ”نظر“ (قیاس) کا ہوتا ہے۔

احکام القرآن میں ظاہری معنوں سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ مثلاً الجصاص سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی نصرانی ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لے مگر دلی طور پر وہ مسیح کو ہی اللہ (العیاذ باللہ) گردانتا ہو تو کیا اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہوگا۔ الجصاص یہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے ظاہراً اللہ کا نام لیا ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ اس کے بعد الجصاص ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے جہاد کا حکم ملا ہے۔ جب تک لوگ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہہ دیں۔ پس جب وہ کہہ دیں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال کو مجھ سے محفوظ کر لیا“ الجصاص مزید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے بارے میں آگاہ کیا ہوا تھا۔ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے۔ لیکن آپ ان کی ظاہری بات پر یقین لے آتے ہیں (۲۰)

ابو بکر الجصاص کا نظریہ امامت

احکام القرآن میں مختلف نظریات پر بحث کی گئی ہے مثلاً امامت کے نظریہ پر الجصاص ان الفاظ سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ ”لغت میں امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی پیروی کی جائے۔ خواہ حق پر ہو یا باطل پر۔ لیکن اس آیت میں امام سے مراد وہ شخص ہے جس کی پیروی لازم ہو۔ اس اعتبار سے امامت کے اعلیٰ مرتبے پر انبیاء ہیں۔ پھر راست رو خلفاء پھر صالح علماء اور قاضی“۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں ”پس کوئی ظالم نہ تو نبی ہو سکتا ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ نبی کا خلیفہ یا قاضی یا ایسا عہدہ دار ہو جس کی بات کا ماننا امور دین میں لازم ہو۔ اس آیت کی دلالت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپ کو اس منصب پر مسلط کر دے تو لوگوں پر اس کا اتباع اور اس کی اطاعت لازم نہیں“۔ اس تشریح سے غالباً آپ حضرت امیر معاویہ کی امامت کو رد کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیت کی تشریح سے بھی ہوتا ہے۔ (۲۱) سورہ النور کی آیت نمبر ۵۵ ”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو خلافت کی دولت سے نوازا جائے گا۔“ کی تشریح کے سلسلہ میں الجصاص رقمطراز ہیں: یہ آیت چاروں خلفاء کی امامت کے صحیح ہونے پر دلالت پیش کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ

ان کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن امیر معاویہ اس خلافت میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت تک وہ ایمان نہ لائے تھے۔ (۲۲) اسی طرح سورہ الحجرات کی آیت نمبر ۹، "اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو"، کی تفسیر میں الجصاص لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے باغی گروہ سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کیا اور آپ کے ساتھ کبار صحابہ اور اہل بدر شامل تھے۔ جن کی قدر و منزلت معلوم ہے اور جو ظاہر کرتی ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور دوسرے گروہ والے باغی تھے۔ (۲۳)

نظریہ الحسن والقبح

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ الجصاص معتزلہ عقائد سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ناقدین آپ کو معتزلی حنفی کہتے ہیں۔ ہم یہاں ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے الجصاص پر معتزلہ کا اثر و رسوخ واضح ہوگا۔ کسی چیز کے اچھے یا برے (الحسن والقبح) ہونے کا اس وقت پتہ چلتا ہے جبکہ شارع (اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اچھا یا برا قرار دیا ہو یا پھر عقل کسی بات کی اچھائی یا برائی کے بارے میں فیصلہ کرے۔ بہت سے شوافع اور اشعری مکتبہ فکر کے علماء کا خیال ہے کہ کوئی چیز بذات خود اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ جب تک شارع اس کے بارے میں فیصلہ صادر نہ کرے بہت سے معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی معلوم کرنا عقل کا کام ہے اور جب کسی چیز کے بارے میں عقل فیصلہ کر دے کہ وہ اچھی یا بری ہے تو اس سلسلے میں اس فرد کو جو اس پر عمل کرتا ہے ثواب یا عذاب ملنا چاہیئے (۲۴)

الجصاص اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں دیا جب کہ وہ اچھی نہ ہو اور کسی چیز سے منع نہیں کیا جب تک وہ بری نہ ہو۔ اس بات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ توحید خالص بذات خود اچھی چیز ہے لہٰذا اس پر اعتقاد رکھنا ابدالآباد تک لازمی ہے اور اس حکم کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح انصاف کرنا (عدل) ایک اچھی چیز ہے۔ اب اس کے خلاف حکم نہیں دیا جا سکتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ اب تک انصاف پر عمل ہوتا رہا ہے اور اب اس پر عمل نہیں ہونا چاہیئے (۲۵)

اس بحث کو الجصاص نے اپنی کتاب "الاصول" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا حکم نافذ کرتے ہیں تو ان کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ بعد اس حکم کو بدل دیں گے۔ یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فیصلوں کا علم نہیں ہوتا اور وہ بعد میں اپنے فیصلے منسوخ کر دیتے ہیں۔ ایسا خیال کرنا نظریہ "بدا" کو قبول کرنے کے مترادف ہے جو الجصاص کے نزدیک یہود اور روافض کا نظریہ ہے۔

السحر:

الجصاص معتزلہ کی طرح جادو پر بھی یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب احکام القرآن میں بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جادو کا مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ

جادوگر کسی آدمی کو گدھے یا گدھے کو آدمی کی شکل میں تبدیل نہیں کر سکتے۔ ابو بکر الجصاص اس حدیث کو صحیح قرار نہیں کر سکتے۔ ابو بکر الجصاص اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیتے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا ذکر ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے (۲۶)

نظریہ نسخ :-

یوں تو احکام القرآن پورے قرآن کے احکامات کا تفصیل سے ذکر کرتی ہے لیکن الجصاص بنیادی طور پر اصولی تھے اس لیے ان کے پیش کردہ اصولوں میں سے نظریہ نسخ کا مختصر تعارف ضروری ہے مصطفیٰ زید جو کہ موجودہ دور کے مصری سکالر ہیں، اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں لکھتے ہیں کہ "الجصاص نے جو نسخ کی تعریف کی ہے وہ پانچ صدیوں تک تسلیم کی جاتی رہی ہے۔" (۲۷)

ابوبکر الجصاص نے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔ آپ نے ابومسلم الاصفہانی کا نام لیے بغیر "احکام القرآن" میں ان پر سخت تنقید کی ہے۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ نسخ کو تسلیم نہ کرنے والے مسلمانوں کے طرز عمل سے دور چلے گئے ہیں۔ یہی عقیدہ النحاس کا ہے جنہوں نے اس کا ذکر اپنی کتاب الناسخ و المنسوخ کے مقدمہ میں کیا ہے۔ آپ نے امام شافعی کے نظریہ نسخ کی بھی مخالفت کی ہے۔ امام شافعی کا نظریہ ہے کہ صرف قرآنی احکام، قرآنی احکام کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اور صرف سنت کے احکام سنت کے احکام کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ نہ قرآن وسنت کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔ امام الجصاص نے اسی نظریہ کی مخالفت میں اپنا پورا زور لگا دیا۔ انہوں نے بے شمار مثالیں پیش کی ہیں جن میں یہ واضح کیا ہے کہ قرآن اور حدیث ایک دوسرے کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ سنت کے قرآن سے منسوخ ہونے کی وہ یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ پروشلم (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ۱۶ مہینوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ الجصاص کے نزدیک نسخ السنہ بالقرآن کی بہترین مثال ہے۔ قرآن کے سنت سے منسوخ ہونے کی بھی ان کے پاس بہت مثالیں ہیں۔ مگر ان میں سورہ النساء کی آیت ۱۵ اور ۱۶ کا عبادہ بن الصامت کی حدیث سے منسوخ ہونا ہے۔ (۲۸)

اس موضوع پر الجصاص کو گہری دلچسپی تھی۔ آپ نے نہ صرف احکام القرآن میں اس اصول کو واضح کر کے لکھا ہے بلکہ "اصول الفقہ" میں اس پر تفصیلی ابواب تحریر کئے ہیں۔

الجصاص سے قبل "اصول الفقہ" پر کوئی تفصیلی کتاب نہیں ملتی۔ اس لیے ہم جصاص کو "اصول الفقہ" کا بانی قرار دیتے ہیں۔

ماخذ قوانین اسلامی:

بطور اصولی ان کے ہاں بھی اسلامی قانون کے چار بنیادی ماخذ ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ابو بکر الجصاص نے ان ماخذوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک صحابہ اور تابعین نے اپنے ادوار میں قیاس کے استعمال کی اجازت دی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بے شمار واقعات، کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ جس سے نظریہ قیاس کی تائید ہوتی ہے۔ الجصاص کے خیال میں ان دنوں کوئی بھی ایسا آدمی سامنے نہیں آیا جس نے قیاس کی مخالفت کی ہو۔ لیکن بعد میں ایسے اشخاص سامنے آئے جو فقہ اور اس کے اصولوں سے واقف نہ تھے اور نہ ہی وہ سلف کے طریقوں سے باخبر تھے۔ لہذا انہوں نے جہالت میں قیاس کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ مخالفین میں سے سب پہلے وہ ابراہیم کا نام لیتے ہیں جو قیاس کی وجہ سے صحابہ پر بھی طعن و تشنیع کا کام لیتا تھا۔ ابو بکر الجصاص آگے چل کر لکھتے ہیں کہ بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اگرچہ صحابہ کو تو مطعون نہیں کیا لیکن اصول قیاس کی بڑی شدومد سے مخالفت کی۔

الجصاص خالص طریقہ سلف پر چلنے والے انسان تھے۔ آپ نے بے شمار قرآنی آیات، احادیث اور آثار سے اس بات کو ثابت کیا کہ قیاس بطور اسلامی قانون کے ماخذ کے تسلیم کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الجصاص اکثر جگہوں پر قیاس اور اجتہاد کو ایک دوسرے کے مترادف سمجھتے ہیں اور اسی چیز کو بعض جگہ "غالب ظن" سے تعبیر کرتے ہیں۔ الجصاص کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی امامت بھی اجتہاد کے ذریعہ عمل میں آئی تھی۔ (۲۹)

ان نظریات سے واضح ہوتا ہے کہ الجصاص نہ صرف قرآنی احکام پر عبور رکھتے تھے بلکہ اپنے دور کے مجتہد تھے۔ وہ اصول الفقہ کے بانی مبانی تھے۔ ان کی احکام القرآن مختلف علوم کا سرچشمہ ہے۔ یہ کتاب عقائد دین کی بنیادیں فراہم کرتی ہے۔ اس کتاب میں ایک خالص اسلامی رنگ جھلکتا ہے یہ کتاب مکالمہ کے انداز میں قاری کے سامنے کسی بھی مسئلہ کو حقیقی صورت میں پیش کرتی ہے۔ مختلف حنفی مسائل کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کرتی ہے۔ السرخسی کی المبسوط، الحسین احمد بن محمد البغدادی کی مختصر القدوری اور المرغینانی کی الہدایہ کا یہ کتاب ماخذ ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ دہخدا، لغت نامہ، تہران، ۱۳۱۵ھ ص ۲۷۸۔

۲۔ الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، (۳ جلدیں) قاہرہ، ۱۳۴۷ھ مقدمہ۔

۳۔ کحالہ عمر رضا معجم المولفین (۱۵ جلدیں) دمشق ۔ ۱۹۵۷، ج ۲، ص ۷۰

۴۔ بغدادی، احمد بن علی الخطیب: تاریخ بغداد (۱۴ جلدیں) تاریخ درج نہیں، ج ۴ ص ۳۱۴۔

۵۔ السمعانی، کتاب الانساب (۶ جلدیں) حیدرآباد ۱۳۲۲ھ ج ۱، ص ۸۴۔

۶۔ ابن قطلوبغا، تاج التراجم فی الطبقات الحنفیہ، بغداد۔ ص ۶۔

۷۔ الکرخی کا شمار بھی مصنفین "اصول الفقہ" میں ہوتا ہے۔

۸۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (نیا ایڈیشن) لندن، ۱۹۲۷ء، ص ۹۸۶۔

۹۔ الجصاص۔ احکام القرآن، مقدمہ۔ ۱۰۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ ج ۱، ص ۹۸۶۔

۱۱۔ اصول الجصاص، ۲۳۔ ۱۲۔ بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۱۶۔

۱۳۔ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ کشف الظنون، تحت عنوان، الجامع الکبیر۔

۱۴۔ ابن الندیم، الفہرست (لندن، ۱۹۷۰) ج ۱، ص ۱۱۔

۱۵۔

۱۶۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۱ ص ۵۵۔

۱۷۔ سید فواد فہرس مخطوطات، طبع مصر، ۱۳۴۷ھ ج ۱، ص ۲۶۳۔

۱۸۔ ابن الندیم، الفہرست، ص ۵۱۴۔ ۱۹۔ الجصاص، احکام القرآن ج ۱، مقدمہ۔ حاشیہ۔

۲۰۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۶۔

۲۱۔ الجصاص، احکام القرآن۔ ج ۱، ص ۹، المطبعہ البہیہ، مصر، ۱۳۲۷ھ۔ مزید دیکھیں ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت
ص ۲۹، حاشیہ، طبع لاہور ۱۹۸۲ء

۲۲۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۳، ص ۳۷۹

۲۳۔ الجصاص، احکام القرآن۔ ج ۳، ص ۴۰۰۔

۲۴۔ الدوالیبی، محمد معروف، المدخل فی علم اصول الفقہ، بیروت، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ ص ۱۱۔

۲۵۔ الجصاص۔ اصول الفقہ۔ ۱۲۱۔ ۲۶۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۴۱۔

۲۷۔ مصطفیٰ زید، کتاب الناسخ والمنسوخ، (۲ جلدیں) مصر ج ۱، ص ۵۹۔

۲۸۔ احکام القرآن میں مذکورہ آیات کے تحت یہ بحث درج ہے۔ اکثر حنفی علماء نسخ القرآن بالسنہ کے قائل ہیں۔
امام غزالی نے بھی اس نظریہ کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں۔ المستصفیٰ ص ۱۰۶)

۲۹۔ سعید اللہ قاضی، ابواب الاجتہاد والقیاس، ص ۲۶۔